تیسرا باب

ایمان باللہ

معنی اور تقاضے:

عن سفیان بن عبداللّٰہ قال : قلت یا رسول اللّٰہ قُل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنه احدا بَعْدَکَ قال : قل اٰمنت باللّٰہ ثم استقم

سفیان بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتایئے کہ آپؐ کے بعد مجھے کسی سے اور کچھ دریافت نہ کرنا پڑے۔ آپؐ نے فرمایا کہو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا پھر ثابت قدم رہو۔ (صحیح)

☆ اللہ پر ایمان لانے سے مراد اس کی ہستی کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا اور یہ پختہ یقین رکھنا کہ اللہ ایک ہے اکیلا ہے منفرد ہے بے نیاز ہے۔ جس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی اولاد۔ وہ ہر شے کا رب ہے اور اس کا مالک بھی، اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا ساجھی نہیں۔ وہ عرش پر مستوی ہے۔ اس کا علم ہر جگہ موجود ہے اس کی ذات نہیں۔

☆ نیز اس کی صفات کو بغیر کسی کیفیت، بغیر کسی تمثیل اور بغیر کسی تحریف کے اس پختہ یقین کے ساتھ ماننا کہ اس نے جس طرح بھی اپنی کوئی صفت بیان فرمائی ہے یا رسول اکرم ﷺ نے بیان کی ہے وہی حق ہے۔

☆ اس کے علاوہ عبادت کی جتنی بھی اقسام ہیں ان کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی

ہے کوئی اور نہیں۔ مثلاً خضوع وخشوع میں، خشیت میں، انابت میں، قصد وارادہ میں اور طلب میں، دعاء وذبح میں اور نذر ونیاز وغیرہ میں۔ اللہ تعالیٰ کو ہی یکتا مانا جائے۔ کلمہء توحید سے مراد یہی ہے۔

☆ یہ ایمان بھی کہ اس کے وجود سے پہلے (اول) کوئی نہیں۔ اور نہ ہی اس کے بعد کوئی ہے۔ وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ علم رکھنے والا ہے۔

☆ تمام رسولوں نے سب سے پہلے جس چیز کی دعوت دی وہ توحید ہے۔ قرآن میں پہلا حکم بھی یہی ہے۔

لقد أرسلنا نوحاً إلى قومه فقال يا قوم اعبدوا الله مالكم من إله غيره ... (الاعراف: ۵۹)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف تو انہوں نے کہا۔ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

و إلىٰ عاد أخاهم هوداً قال يا قوم اعبدوا اللّٰه... (الاعراف: ٦٥)

ترجمہ: اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا۔ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

و إلىٰ ثمود أخاهم صالحاً قال يا قوم اعبدو اللّٰه (الاعراف: ۷۳)

ترجمہ: قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا انہوں نے کہا۔ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

لہٰذا توحید کا سمجھنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کیونکہ یہ ایمان باللہ کا تقاضا ہے۔

توحید کی اقسام:

توحید کا مادہ وح د ہے جس کا مطلب ہے ایک ہونا۔ اکیلا ہونا توحید کو علماء نے تین اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔

(1) توحید ربوبیت (2) توحید الوہیت (3) توحید اسماء وصفات

1- توحید ربوبیت

یہ یقین رکھنا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا خالق ہے۔ اسی نے عالم حیوانات، عالم نباتات، عالم افلاک اور ان تمام عالموں کو جو نظر آتے ہیں یا ہماری نظروں سے اوجھل ہیں پیدا کیا ہے۔ اور پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کا رب بھی ہے اور صرف وہی ذات ہے جو ان تمام جہانوں کی ہر چھوٹی بڑی چیز کے بارے میں مکمل علم رکھتی ہے۔ اس کے پاس ایک کتاب میں تفصیل سے لکھا ہوا موجود ہے کہ کس درخت میں کل کتنے پتے ہیں؟ اور ہر پتے کی وضع قطع کیا ہے؟ اور یہ کہ دنیا میں کل کتنے جراثیم موجود ہیں؟ اور ان جراثیم کا حجم اور طول وعرض کیا ہے؟

اسے توحید ربوبیت کہتے ہیں۔ اس کا اقرار یوم الست کو تمام ارواح نے کیا تھا۔

واذأخذ ربک من بنی آدم من ظهور هم ذريتهم واشهدهم علی أنفسهم ألست بربكم قالوا بلیٰ شهدنا. (الاعراف ۱۷۲)

لیکن صرف رب ہونے کا اقرار کافی نہیں کیونکہ اللہ کے رب ہونے کا اقرار تو ابلیس بھی کرتا تھا۔

رب بما أغويتني (الحجر:۳۹)

ترجمہ: اے میرے رب! بسبب اس کے جو تو نے مجھے بھٹکایا۔

اسی طرح

رب أنظرنی (الحجر:٣٦)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے مہلت دے

بلکہ اس بات کا اقرار ضروری ہے کہ خالق کائنات کو اس کائنات پر ہر قسم کے تصرف کا آزاد اور مکمل اختیار حاصل ہے۔ وہی جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے موت۔ مال و دولت، نفع ونقصان اور فقر وعسرت اسی کی طرف سے ہے' سیلاب بھی وہی لاتا ہے اور خشک سالی بھی۔

مثال: شمالی اٹلی میں ایک سال ایسے شدید سیلاب آئے کہ شہر کے شہر تہ و بالا ہو گئے۔ اور تہذیب وتمدن تباہ و برباد ہو گیا۔ اسی زمانے میں ہندوستان میں خشک سالی تھی جس کے اثر سے کھیتیاں سوکھ گئیں، جانور ہلاک ہو گئے اور پانی کی راشن بندی ہو گئی۔

آخر وہ کون ہے، جس نے لوگوں پر اتنا پانی برسایا کہ وہ چیخ اٹھے۔ اور دوسروں کو اس طرح محروم کر دیا کہ وہ پانی کو ترس گئے۔ وہ کسی علاقے میں سردی اور پالا بھیج دیتا ہے اور کسی ملک میں گرم لہر اور کسی ملک میں زلزلہ لے آتا ہے۔ وہ ایسا مالک ہے کہ اگر کسی کے گھر لڑکی پیدا ہو جائے تو باپ میں یہ قدرت نہیں کہ اسے لڑکا بنا دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قل من یرزقکم من السمآء والأرض أمن یملک السمع والأبصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ومن یدبر الأمر فسیقولون الله فقل أفلا تتقون ○ (یونس:٣١)

ترجمہ: ''پوچھو تو سہی تم کو آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کون نکالتا ہے اور تمام کاموں کو کون چلاتا ہے تو اس کے جواب میں یہ (مشرک) ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ پھر تم پوچھو کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں بچتے ہو؟''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل لمن الأرض ومن فيهآ إن كنتم تعلمون ○ سيقولون لله قل أفلا تذكرون ○ قل من رب السموت السبع و رب العرش العظيم ○سيقولون لله قل أ فلا تتقون ○ قل من بيده ملكوت كل شيء وهو يجير ولا يجار عليه إن كنتم تعلمون○ سيقولون لله قل فاني تسحرون ○ (المومنون ٨٩-٨٤:)

ترجمہ: ''ان سے پوچھو زمین اور جو کچھ اس میں ہے، کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو وہ فوراً کہیں گے کہ اللہ کا ہے۔ کہو پھر تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے۔ ان سے پوچھو کہ ساتوں آسمانوں اور بڑے تخت (عرش عظیم) کا مالک کون ہے۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ۔ کہو پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے۔ ان سے پوچھو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں، کہو پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو۔''

مشرکین ان تمام چیزوں کا اقرار کرتے تھے اور دن رات اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اس دائرہ توحید میں داخل نہیں ہو سکے جس کی رسول اللہ ﷺ انہیں دعوت دیتے تھے یعنی توحید الوہیت۔

توحید الوہیت:

الوہیت کا لفظ الہ سے مشتق ہے جس کے معنی معبود کے ہیں یعنی اس بات کا اعتراف کرنا کہ صرف اللہ ہی وہ ایک ہستی ہے جو عبادت کے لائق اور پرستش کے قابل ہے۔

ہر وہ مفید اور جائز کام جو مومن اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول ثواب کیلئے کرتا ہے وہ عبادت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات : ٥٦)

ترجمہ: میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔

عبادت کی تعریف

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

" اسم جامع لکل مایحبه الله ویرضاه من الأقوال والأفعال الظاهرة والباطنة."

ترجمہ: عبادت ایک ایسا جامع اسم ہے جس سے وہ تمام ظاہری اور باطنی اقوال وافعال مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں اور جن پر وہ راضی ہوتا ہے۔

الہ / معبود کی تعریف:

جس ہستی میں چار صفات ہوں وہی عبادت کے لائق ہوتی ہے۔

(1) غنی ہونا (2) علیم وحکیم ہونا (3) ہر چیز پر قادر ہونا (4) عزت وذلت کا مالک ہونا

سورۃ الناس میں ہے: قل أعوذ برب الناس ○ ملک الناس ○ اله الناس ○

یعنی اللہ تعالیٰ رب الناس ٗملک الناس ٗاله الناس ہے۔

اس انداز بیان کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو بیک وقت تینوں باتوں کی تصدیق کی جائے یا تکذیب۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو صرف رب اور مالک مان لینے والے مومن نہیں ہو سکتے بلکہ اس کی دو حیثیتوں کے ساتھ تیسری حیثیت ''معبود'' کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔

کلمہ طیبہ کا پہلا جز:

''لا إله إلا اللّٰه'' توحید الوہیت ہی کا اعتراف ہے

عتبانؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے لا إلـه إلا اللّٰـه کا اقرار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کے عذاب کو حرام کر دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

توحید اسماء و صفات:

قرآن مجید میں جا بجا مخلوق کو خالق سے متعارف کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ اور صفات ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حقیقی مسلمان ان تمام صفات پر صدق دل سے ایمان لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنَى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُوْنَ فِي أَسْمَائِهِ

(الاعراف: ۱۸۰)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں تو پکارو اس کو ان کے ساتھ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں۔

اس آیت کی تشریح حضور ﷺ نے یوں فرمائی: اِنَّ لِلّٰـهِ تِسْعَةً وَتِسْعِونَ اِسْماً مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (بخاری مع فتح الباری ۷۷)

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے 99 یعنی ایک کم سو نام ہیں۔جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

حضور اکرم ﷺ اپنے خطبوں اور دعاؤں کے علاوہ لوگوں کو بھی ان اسماء وصفات کے استعمال کا حکم فرمایا کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ أَنتَ الأوَّلُ فَلَیسَ قَبلَکَ شَئیُ . وَأَنْتَ الأخِر فَلَیس بَعْدَک شَئی. وأنت الظّٰاھِرُ فَلَیسَ فَوْقَکَ شَئی، وأنت البَاطِنُ فَلَیس دُوْنَکَ شَئی، اِقضِ عنّا الدین وأغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ (صحیح مسلم:۲۰۸۴۱)

آیات صفات کی اقسام:

1- وہ آیات جو باری تعالیٰ کی شان وعظمت بیان کرنے کے بارے میں ہیں مثلاً

الرحمنُ عَلَی الْعَرْش استوی (طه:٥)

ترجمہ: رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے۔

اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے وہ عرش پر مستوی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس بات کی نفی ہوگی جس کا اثبات اللہ نے کیا ہے۔اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح عرش پر بیٹھا ہے۔جس طرح کوئی انسان کرسی پر بیٹھتا ہے۔اس لئے کہ اس صورت میں مخلوق سے مشابہت لازم آئے گی۔اس سلسلے میں امام مالکؒ بن انس کا قول ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

" اَلاِسْتِوَاء مَعْلُوْمٌ وَالْکَیف مَجْھُوْلٌ والسّوَالُ عَنْهُ بِدعَةٌ والإیمَانِ بِه وَاجِبٌ."

ترجمہ: ''استوا معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے اس کے مطابق سوال کرنا بدعت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔''

2- کچھ آیات صفات علم بلاغت کے معروف اسلوب ''مشاکلت'' کی طرز پر نازل ہوئیں۔ مشاکلت کی مثال درج ذیل شعر ہے۔

قَالُوا اقْتَرِحْ شَيْئاً نَجِدْ لَكَ طَبْخَه   قُلْتُ اُطْبُخُوا لِیْ جُبَّةً وَقَمِيْصاً

ترجمہ: انہوں نے کہا کسی چیز کی فرمائش کیجئے کہ ہم اسے آپ کیلئے عمدہ طریقے سے پکا کر پیش کریں۔ میں نے کہا میرے لئے ایک جبہ اور ایک قمیص پکا دو۔

اس شعر میں لفظ طبخ بطور مشاکلت استعمال ہوا ہے۔ قرآن کی بعض آیات میں کچھ اوصاف ذمیمہ مثلاً استہزاء، مکر اور خدع وغیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جو محاورۃً ہے۔ ایسے افعال کافروں کے افعال کے جواب کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ ورنہ اللہ ایسے اوصاف سے پاک ہے۔ مثلاً

...نسوا الله فنسيهم... (التوبہ:٦٧)

ترجمہ: انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو وہ ان کو بھول گیا۔

اس آیت میں لفظ نسیان اپنے لغوی معنی یعنی بات کا حافظہ سے غائب ہونا میں استعمال ہوا ہے چنانچہ ''فنسیھم'' میں نسیان کی نسبت جو اللہ کی طرف سے ہے مشاکلہ ہے۔ اس کے حقیقی معنی مراد نہیں لئے جاسکتے کیونکہ دوسری جگہ آتا ہے۔

...وما كان ربك نسياO (مریم ٦٤)

ترجمہ: اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

اسی طرح:

ومكروا ومكر الله ... (آل عمران: ٥٤)

ترجمہ: اور انہوں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی۔ یا

...يخادعون الله وهو خادعهم ...(النساء: ١٤٢)

ترجمہ: وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور وہ ان کو دھوکہ دیتا ہے۔

ان دونوں آیات میں مکر اور خدع کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف بطور مشاکلہ ہے۔

3- کچھ آیتیں ایسی ہیں جن کے معنی یا مراد دوسری آیات کی روشنی میں واضح ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَقَالَتِ الْيَهُود يَدُاللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيهِم وَلُعِنُو ابِمَاقَالُوابَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَان يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآء ______(المائدہ: ٦٤)

ترجمہ: اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھ باندھے گئے اور وہ لعنت کئے گئے ساتھ اس کے جو انہوں نے کہا بلکہ اس کے ہاتھ تو کشادہ ہیں خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔

اس آیت میں "ید" سے جو معنی لئے گئے ہیں اس کی وضاحت یہ آیت کرتی ہے:

ولاَ تَجْعَلَ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ ولاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسط....(الاسراء: ٢٩)

ترجمہ: اور نہ تم بناؤ اپنے ہاتھ کو گردن کی طرف بندھا ہوا اور نہ اس کو کشادہ کرو پورا کشادہ کرنا۔

(اس آیت سے واضح ہوا کہ بسط سے مراد جود و سخا ہے اور جود و سخا کے لئے ضروری نہیں کہ اللہ کے بھی ایسے ہی ہاتھ ہوں جیسے انسان کے ہوتے ہیں)۔

آیات صفات کے بارے میں ہمارا عمل:

1- آیات صفات متشابہ آیات میں سے ہیں اور مومن پر لازم ہے کہ ان پر قیاس آرائیاں نہ کرے اور نہ ان کے پیچھے پڑ جائے کہ ان کے متعلق بحث ومناظرہ کرتا رہے۔

2- توحید اسماء وصفات پر ایمان لاتے ہوئے مندرجہ ذیل آیت قرآنی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ ''بسط ید'' سے مراد جود وسخا ہے اور جود وسخا کے لئے ضروری نہیں کہ اللہ کے بھی ایسے ہی ہاتھ ہوں جیسے انسان کے ہوتے ہیں۔

لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر

اللہ کی صفات کسی انسان کے پاس نہیں ہیں۔حتیٰ کہ انبیاء کے پاس بھی نہیں۔

3- نبی کریمؐ کے بارے میں حاضر وناظر کا عقیدہ درست نہیں کیونکہ **عالم الغیب والشھادہ** صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

4- اللہ کے صفاتی نام کسی کے نہیں ہوسکتے جب تک اسکے ساتھ عبد نہ لگایا جائے۔

مثلاً عبدالرؤف' عبدالرحیم

رؤف ورحیم کسی کا نام ہوسکتا ہے مگر الرؤف اور الرحیم نہیں کیونکہ ان میں اختیار کامل ہے۔جب تک عبد نہ ساتھ لگے۔اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی اور کا بندہ /غلام کہلانے سے منع کیا گیا مثلاً عبدالنبی' عبدالرسول وغیرہ' کیونکہ آپؐ نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے غلام کو عبدی یا امتی کہہ کر پکارے۔(سنن ابوداؤد)

عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے: جہاں علماء نے توقف کیا تم بھی

توقف کرو۔ جیسے انہوں نے کہا تم بھی ویسے کہو۔ جیسے وہ خاموش رہے تم بھی خاموش رہو۔ کیونکہ اسلاف علم کی بنیاد پر توقف کرتے تھے۔ بصیرت کی بنیاد پر باز رہتے تھے۔ ان اسماء وصفات کی معنوی حقیقت کے انکشاف میں وہ زیادہ عملی قوت وصلاحیت رکھتے تھے اور فضل وشرافت میں بھی وہ کسی سے کم نہ تھے۔ (اعلام الموقعین :۱۲۴)

امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: امام مالک بن انس، سفیان ثوری، ابن عیینہ، الأوزاعی اور معمر بن راشد سے احادیث صفات ہمیں روایت کی گئیں مگر سبھی نے یہی فرمایا: أمِروھا کما جاءت یہ جیسے آئی ہیں ایسے ہی انہیں گزاردو۔ یعنی بغیر تاویل کیے آگے بیان کردو۔

نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے:

نفع ونقصان دوطرح کا ہوتا ہے۔

1- ایسا نفع ونقصان جس کا سبب واضح ہو مثلاً ایک شخص کوئی زہریلی چیز کھا لیتا ہے اوراس کی حرکت قلب بند ہوجاتی ہے۔ اس چیز کے زہریلے اثرات کا ہمیں پہلے سے ہی علم ہوتا ہے۔

2- بعض دفعہ کسی ظاہری سبب کے بغیر نفع ونقصان ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک تندرست شخص کی حرکتِ قلب اچانک بند ہوجاتی ہے۔ جس کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

یہ دونوں صورتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر قسم

کے نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے انسان کی فطرت ہے کہ وہ فائدہ حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے ذریعے اختیار کرتا ہے۔ اب یہ کوشش دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک جس کی ہمارا دین اجازت دیتا ہے اور دوسری جس سے دین منع کرتا ہے اور اسے ایمان کے خلاف قرار دیتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ کونسی کوشش اور مدد جائز ہے اور کونسی ناجائز۔ مثلاً اگر بچہ بیمار ہو جاتا ہے آپ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔ وہ مرض کی تشخیص کر کے دوا لکھ دیتا ہے۔ یہ ایک جائز صورت ہے۔ اس لئے کہ آپ نے حصول شفاء کے لئے خالق کائنات کے بنائے ہوئے طبعی قانون کے مطابق ایک ایسے شخص سے مدد طلب کی جو اس علم سے واقف ہے۔

اس کے برعکس آپ کسی جھوٹے عامل یا جادوگر کو بلاتے ہیں وہ کسی غیبی طاقت سے آپ کے بچے کو تندرست کر دے تو یہ ناجائز صورت ہوگی (کیونکہ اس غیبی طاقت کا ثبوت نہ تو کسی علم کی بدولت ہے اور نہ قرآن وحدیث سے) لیکن اگر تمام عملی تدابیر، معروف سائنسی طریقے اور علاج ناکام ثابت ہو چکے ہوں اور آپ حصول شفاء کے لئے دعا یا صدقہ کا سہارا لیں یا اللہ کے کسی نیک بندے سے دعا کرائیں تو یہ مدد حاصل کرنے کا جائز طریقہ ہوگا۔

اس کے برعکس اگر کسی نیک شخص کی قبر پر کھڑے ہو کر اس سے دعا کی درخواست کریں جبکہ وہ نہ خود زبان ہلا سکتا ہے اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر خود مریض کو تندرست کرنے کی طاقت ہے تو یہ مدد طلب کرنا ناجائز ہوگا۔

اسی طرح ایک بانجھ عورت کسی طبیب سے مدد مانگتی ہے یا ایسی دوائیں استعمال کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں تو اس نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا۔ لیکن اگر

وہ دمشق کی بوڑھی عورتوں کی مانند یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ جو عورت ماہ رجب کے پہلے جمعہ کو ''کوہ قاسیون'' کی جامع مسجد کے دروازے کی زنجیر ہلائے گی وہ حاملہ ہو جائے گی یا کسی قبر کی جالی میں کپڑے کی دھجی باندھ کر اپنا مقصد پورا کرنا چاہے گی تو یہ سب ناجائز کام ہوں گے۔

چنانچہ طبعی قوانین سے استفادہ کرنا یا ایسے ذرائع اختیار کرنا جن سے عام طور پر فائدہ اٹھایا جاتا ہے یا ایسے شخص سے رجوع کرنا جو ان قوانین کا عالم ہو اور یہ تمام طریقے قرآن وسنت کی کسی نص کی خلاف ورزی نہ کرتے ہوں جائز ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ درحقیقت فائدہ پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

حبِ الٰہی اور خشیت الٰہی:

موحد توحید کا صحیح لطف اس وقت اٹھاتا ہے جبکہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کے ساتھ ساتھ اس کی خشیت بھی بدرجہ اتم موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے اور اس سے خشیت رکھنے کا کیا مطلب ہے؟

انسان دنیا میں بہت سی چیزوں سے محبت کرتا ہے۔ لیکن یہ محبت پابند غرض اور محدود ہوتی ہے۔ اس میں دراصل اس فائدہ یا لذت سے محبت ہوتی ہے جو کسی چیز سے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً جو چیز ہمیں پسند تھی اگر وہ تبدیل ہو جائے اور اس میں حسن باقی نہ رہے تو محبت اور پسندیدگی بھی ختم ہو جائے گی۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی محبت جو ایک مومن محسوس کرتا ہے ہر غرض سے آزاد اور لامحدود محبت ہے۔

اسی طرح انسان دنیا کی بہت سی چیزوں سے ڈرتا ہے۔ مثلاً دہکتی ہوئی آگ، وحشی درندے، مہلک زہر اور طاقت ور ظالم سے ڈرتا ہے۔ لیکن یہ ڈر بھی

محدود اور مقید ہے۔خوف کا باعث دراصل اس نقصان سے بچنا ہے جو ان چیزوں سے پہنچ سکتا ہے۔اس لئے جب انسان خود کو ان چیزوں کے نقصان سے محفوظ کرتا ہے تو خوف بھی دور ہو جاتا ہے۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ سے خوف اور اس کی خشیت لامحدود اور ہر قید سے آزاد ہے۔

دراصل اللہ سے محبت اور اس سے ڈرتے رہنا ہی توحید کی بنیاد اور عبادات کی روح ہے۔اللہ سے محبت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو محبوب و معشوق جان کر اس کی شان میں قصیدے لکھے جائیں اور نہ اس سے ڈرنے کے معنی یہ ہیں کہ ایسی دہشت اور گھبراہٹ ہو جو موجب نفرت ہو۔

بلکہ اللہ سے محبت کے معنی یہ ہیں کہ نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور خوشنودی کو ترجیح دی جائے اور حضور ﷺ کے احکام کی اطاعت کی جائے۔

اسی طرح خوف الٰہی سے مراد حرام چیزوں اور ناجائز کاموں سے پرہیز کرنا اور ثواب آخرت کو دنیاوی لذتوں پر ترجیح دینا ہے۔مکمل اطاعت یعنی ہر کام میں اور ہر حال میں اطاعت خواہ وہ ہمیں پسند ہو یا نہ ہو خواہ اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے،صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور یہی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ سے محبت کا نتیجہ بھی ہے اور اس کی نشانی بھی۔

دوستی اور دشمنی صرف اللہ کیلئے:

ایمان کی نشانی یہ ہے کہ محبت یا عداوت صرف اللہ کیلئے ہو۔نیک اور

پرہیزگار لوگوں سے محبت کی جائے خواہ اس میں ہمارا ذاتی فائدہ نہ ہو اور کافر و فاجر لوگوں کو ناپسند کیا جائے' خواہ اس سے ہمیں کوئی نقصان ہی نہ پہنچتا ہو۔

اس لئے کہ ایک مومن کے نقطہ نگاہ میں دینی برادری خونی رشتے سے زیادہ مستحکم ہے اور عقیدہ کا رشتہ نسبی رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے ان کے کافر بیٹے کے بارے میں صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آپ کے خاندان کا فرد نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ بدکردار ہے' ابولہب آپؐ کا چچا سہی مگر اللہ کی نظر میں وہ بدعقیدہ و بے ایمان ہے نیز قرآن مجید میں یہ واضح ارشاد بھی موجود ہے کہ مومنوں سے عناد رکھنے والے دشمنوں یا مومنوں اور اسلام کے خلاف جنگ کرنیوالے کافروں کے درمیان دوستی اور معاہدہ بقائے باہمی نہیں ہوسکتا خواہ دونوں فریقوں میں باہم کتنے ہی مضبوط تعلقات کیوں نہ ہوں۔

ارشاد ہے : **لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاخر یوآدون من حاد اللّٰہ و رسولہ** (المجادلہ : ۲۲)

ترجمہ: ''تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے۔''

آپؐ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہ واَعطیٰ لِلّٰہ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اَستکْمَل الایمان.

ترجمہ: ''جس نے اللہ کیلئے محبت کی اور اللہ کیلئے دشمنی کی اور اللہ کیلئے دیا اور اللہ کیلئے روکا تو اس نے ایمان مکمل کرلیا۔''